رہبر معظم حضرت آیت اللہ العظمیٰ
خامنہ ای دامت برکاتہ نے فرمایا:

" گذشتہ چند صدیوں کی بنسبت آج حسین ابن علی علیہ السلام کی شخصیت زیادہ معروف و مقبول ہے۔ آج کے حالات میں جب بھی کوئی بے غرض مفکر اور دانشور تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتا ہے تو واقعہ کربلا پر پہنچ کر سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ وہ افراد جن کا بظاہر اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ لیکن آزادی، عدالت، عزت، سربلندی اور دوسرے انسانی اقدار کے قدرداں ہیں وہ سب آزادی، عدالت، استقلال، برائیوں سے مقابلے اور جہالت کے خلاف جنگ میں امام حسین علیہ السلام کو اپنا رہبر و پیشوا مانتے ہیں۔ "

المہدیؑ ادارۂ تربیت اسلامی
آئی ایس او پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

دعائے امام زمانہؑ

اَللّٰھُمَّ کُنْ لِوَلِیِّكَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

صَلَوَاتُكَ عَلَیْهِ وَعَلٰی آبَائِهٖ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ

وَفِیْ كُلِّ سَاعَةٍ وَلِیًّا وَحَافِظًا وَقَائِدًا وَنَاصِرًا

وَ دَلِیْلًا وَ عَیْنًا حَتّٰی تُسْكِنَهٗ اَرْضَكَ طَوْعًا وَ

تُمَتِّعَهٗ فِیْهَا طَوِیْلًا

مقدمہ

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ان الحسین مصباح الھدیٰ و سفینۃ النجاۃ"

بے شک حسین (ع) ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے۔ یہ صرف کسی ایک خاص زمانے سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر زمانے میں ایسا ہی ہے۔ البتہ بعض زمانوں میں خاص طور پر اس کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جب واقعہ عاشورا پیش آیا یہ انہیں زمانوں میں سے تھا۔ علیؑ و فاطمہؑ کے لخت جگر کا چراغ ہدایت اور کشتی نجات ہونا ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا جو ان کی معرفت حاصل چکے تھے۔ امام حسینؑ واقعہ عاشورا سے دس سال پہلے امام بن چکے تھے آپ اس وقت بھی چراغ ہدایت اور کشتی نجات تھے لیکن یہ بات لوگوں کے لئے اتنی واضح اور روشن نہیں تھی واقعہ عاشورا میں واضح طور پر جلوہ گر ہوئی۔ آج بھی وہی زمانہ ہے۔ آج سے سو سال بلکہ پانچ سو سال کی بنسبت امام عالی مقام کا چراغ ہدایت ہونا زیادہ سمجھ میں آتا ہے کہ آج حسین ابن علیؑ پھر سے ایک ماہتاب عالم تاب بن کر چمک اٹھے ہیں (جو چودہ سو سال سے اس امت کے دل میں، ہماری مسجدوں اماموں اور ہماری مجالس و محافل میں ایک چراغ بن کر چمک رہے تھے) جیسے واقعہ کربلا کے وقت بہت سے افراد تھے جو اس چراغ کی نورانیت کو نہ دیکھ سکے آج بھی ایسے افراد ہیں جو دل افروز چراغ عالم تاب کو نہیں دیکھ پا رہے ہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ نوجوان نسل کو امام حسینؑ کی شخصیت سے بیشتر آشنا کیا جائے۔ اسی مقصد کے لئے آئی ایس او پاکستان شعبہ محبین کی طرف سے "معرفت کربلا کوئز" شائع کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ عزیزان کے لئے قابل استفادہ قرار پائے گا۔

ادارہ المہدیؑ تربیت اسلامی آئی ایس پاکستان

امام حسین علیہ السلام کی زندگی پر ایک نظر

"ان الحسین مصباح الھدیٰ و سفینۃ النجاۃ"

"بے شک حسینؑ ہدایت کے چراغ اور کشتی نجات ہیں۔"

ماہ شعبان ۴ھ کی تیسری تاریخ کی صبح تھی جب پروردگار عالم نے صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دوسرا فرزند عطا کیا۔

☆ آپ کی ولادت کے موقع پر جناب ام الفضل کے خواب کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ام الفضل نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اکرمؐ نے آپؑ کی ولادت پر خوشی کے ساتھ ساتھ گریہ بھی فرمایا اور ام الفضل اور ام سلمہ کے سوال پر ان واقعات کی نشان دہی کی جو اس فرزند کی زندگی کے خاتمہ پر مصائب اور شہادت کی شکل میں پیش آنے والا ہے۔

☆ ولادت کے بعد رسول اکرمؐ ہی نے کانوں میں اذان اور اقامت کہی اور آپ ہی نے حکم پروردگار کے مطابق حسینؑ نام رکھا جو اس سے پہلے کسی بچے کا نام نہیں تھا اور قدرت نے اسے اپنے خزانۂ خاص میں محفوظ کر رکھا تھا اور اس کا منشا یہ تھا کہ جس طرح شخصیت لاثانی ہے اسی طرح نام بھی بے مثال اور لاجواب رہے۔

☆ رسول اکرمؐ ہی نے اپنے زیر اہتمام عقیقہ کا انتظام کیا اور آپ نے غذا کا انوکھا انتظام کیا کہ بچے کو اپنی زبان مبارک یا انگشت مبارک کے ذریعہ سیر و سیراب کر دیا کرتے تھے اسی لیے حسینؑ کسی دوسری غذا کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے۔

☆ آپ کے القاب میں سید، سبط اصغر، شہید اکبر، اور سید الشہداء مشہور ہیں، اور کنیت ابو عبداللہ ہے جس سے عام طور پر یاد کیا جاتا ہے۔

☆ آپ کی ولادت کے بعد اسلام چاروں طرف سے نرغۂ اعدا میں گھر گیا اور سب سے پہلے اسے کفر وشرک کے تمام احزاب سے بیک وقت مقابلہ کرنا پڑا، جس نے امام حسینؑ کی اس ذمہ داری کا بھی اعلان کر دیا کہ جب اسلام چاروں طرف سے نرغۂ اعداء میں گھر جائے تو اس کے تحفظ کی ذمہ داری آپ کے ہی گھرانے پر عائد ہوتی ہے اور کل کفر کے خاتمہ کا عمل آپ ہی کے گھرانے نے انجام دینا ہے۔ جس کا دوسرا منظر اسلام کی تاریخ میں کربلا کے میدان میں پیش آیا اور امام حسینؑ کی زندگی کی ابتداء اور انتہا یکساں حالات کا نمونہ بن گئی۔

☆ ۶ ھ میں صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا جو امام حسینؑ کی زندگی کا دوسرا اہم واقعہ تھا۔ آپ نے اسی طرح امام حسنؑ کی صلح کے موقع پر عمل درآمد کیا جس طرح رسول اکرمؐ کے ساتھ مولائے کائنات نے صلح حدیبیہ میں حصہ لیا تھا ورنہ علیؑ کے ہاتھ میں بھی زور خیبر شکن تھا اور حسینؑ بھی جہاد کربلا کا حوصلہ رکھتے تھے۔

☆ ۷ ھ میں اسلام کو بدترین دشمن یہودیوں سے سابقہ پڑا جہاں جملہ مسلمانوں کی ناکامی کے بعد مولائے کائنات نے خیبر کو فتح کر لیا جو امام حسینؑ کی زندگی کا تیسرا اہم واقعہ تھا۔ جس کا نمونہ اس دن پیش آیا جب تمام بڑی شخصیتوں نے یزیدیت سے خوف زدہ ہو کر خانہ نشینی یا راہ فرار اختیار کر لی اور امام حسینؑ اپنے اہل حرم کے ساتھ قصر یزیدیت کی چولیں ہلا دینے کیلئے کھڑے ہو گئے اور اپنے منصوبہ کو مکمل کر کے دکھلا دیا۔

☆ ۸ ھ میں فتح مکہ ہوا جہاں امام حسینؑ نے اپنے نانا کے عفو وکرم کا مشاہدہ کیا اور یہ دیکھ لیا کہ منافقین کس طرح کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور رسول اکرمؐ کس طرح شریف افراد کو رذیل افراد سے الگ رکھنا چاہتے ہیں تا کہ طلقاء کے خطرہ سے محفوظ رہا جائے اور اسلام کو ہر طرح کا تحفظ فراہم کر دیا جائے۔

☆ ۹ ھ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں مباہلہ ہوا تو اس میں امام حسینؑ نے بنفس نفیس شرکت کی اور سب سے کمسن بلکہ بالکل کمسن ہونے کی بنا پر اپنے نانا کی آغوش میں میدان میں آئے اور یہ واضح کر دیا کہ حق وصداقت کا معرکہ سن وسال کا محتاج نہیں ہوتا ہے اور جس شخص کو اپنی صداقت پر اعتماد ہوتا ہے اسے ایسے معرکہ میں حصہ لینا ہوتا ہے۔

امام حسینؑ نے نانا کے اس طرز عمل کی بھی تجدید کربلا کے میدان میں کی جب عیسائی عورت میسونہ

کی گود کے پالے یزید کے لشکر کے مقابلہ میں حق وصداقت کا سب سے کمسن مرقع علی اصغرؑ کی شکل میں پیش کر دیا اور فوج دشمن کو اس طرح منھ پھیر پھیر کر رونے پر مجبور کر دیا جس طرح مباہلہ میں عیسائی اپنی شکست مان کر جزیہ دینے پر تیار ہو گئے تھے۔

☆ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کا واقعہ پیش آیا جہاں حج سے واپسی پر رسول اکرمؐ نے مقام غدیر خم پر حضرت علیؑ کی مولائیت کا اعلان کیا اور تمام بڑے بڑے اصحاب نے مع حضرت عمر کے اس مولائیت کی مبارک باد پیش کی اور حضرت علیؑ کے دست مبارک پر بیعت کی جس کے بغیر تین دن تک قافلہ آگے نہ بڑھ سکا اور رسول اکرمؐ اسی بیابان میں ٹھہرے رہے۔

☆ ۱۱ھ ۲۸ صفر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال فرمایا اور اہل بیتؑ کے گھر میں مصائب کا سلسلہ شروع ہو گیا پہلی مصیبت یہ سامنے آئی کہ زندگی بھر جاں نثاری کا دعویٰ کرنے والے افراد نے جنازہ میں بھی شرکت نہ کی اور سقیفہ میں خلیفہ سازی کا عمل انجام دیتے رہے اگرچہ خود رسول اکرمؐ غدیر خم کے میدان میں خلافت کا فیصلہ کر چکے تھے اور تمام سقیفہ ساز افراد کو اس حقیقت کا علم تھا اور خود اس تقریب میں بھی شرکت کر چکے تھے۔

☆ اس کے بعد دوسری مصیبت یہ آئی کہ مولائے کائنات سے حاکم وقت کی بیعت کا مطالبہ کیا گیا اور اس سلسلہ میں آپ کے گلے میں رسی ڈال کر کھینچا گیا، دروازہ میں آگ لگائی گئی اور دختر رسولؐ کے پہلو شکستہ کر کے ان کے فرزند محسن کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا۔

☆ تیسری مصیبت صدیقہ طاہرہؑ کی جائیداد فدک پر سرکاری قبضہ کا ہونا تھا جس کے خلاف آپ نے دربار میں احتجاج بھی کیا اور آیات قرآنی سے میراث کا اثبات بھی کیا اور ہبہ کے گواہ بھی پیش کیے۔ لیکن آپ کی ایک نہ سنی گئی اور آپ کی جاگیر کو امت کا صدقہ بنا دیا گیا اور اہل بیتؑ کے گھر میں فاقوں کا دور شروع ہو گیا۔

☆ امام حسینؑ ان تمام مصائب کا بغور مطالعہ کر رہے تھے اور اسلام کی راہ میں ایسی ہی قربانیاں پیش کرنے پر آمادہ تھے تاکہ دین خدا کسی دور میں لاوارث نہ رہنے پائے اور اسے ہر دور میں قربانی دینے والے فراہم ہوتے رہیں۔

☆ رسول اکرمؐ کی وفات کے ۷۵ یا ۹۵ دن کے بعد خود صدیقہ طاہرہ بھی انہیں مصائب اور مظالم

کے زیر اثر دنیا سے رخصت ہوگئیں اور امام حسینؑ کی زندگی میں مصائب کا ایک نیا دور شروع ہوگیا جس کا سب سے بڑا مظہر امیر المومنینؑ کا سکوت اور آپ کی مسلسل ۲۵ سالہ خانہ نشینی تھی جس میں اہل بیتؑ کے خدمات کا سلسلہ تو جاری رہا لیکن اقتدار پرست تاریخ نے ان خدمات کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور ان مخلصین کے بیانات اور تحریروں کو محفوظ نہیں رہنے دیا گیا۔

امام حسینؑ کی زندگی کے تین دور:

سید الشہداء کی حیات طیبہ سے تین ادوار کو اجمالی طور پر پیش کرتے ہیں آپ ملاحظہ فرمایئے کہ سید الشہداء کی حیات کے ان تین ادوار کا مطالعہ کرنے والا شخص ان تینوں زمانوں میں ایک ایسی شخصیت کو سامنے پاتا ہے کہ جس کے لئے یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا ہے کہ نوبت یہاں تک جا پہنچے گی کہ اس شخصیت کے جد کی امت کے کچھ افراد روز عاشورا اس کا محاصرہ کرلیں اور اسے اور اس کے اصحاب و اہل بیت کا نہایت سفاکانہ اور دردناک طریقے سے قتل عام کریں اور خواتین کو اسیر و قیدی بنالیں!

ان تینوں زمانوں میں سے ایک دور پیغمبرؐ کی حیات کا زمانہ ہے، دوسرا زمانہ آپ کی جوانی یعنی رسول اکرمؐ کے وصال کے بعد پچیس سال اور امیر المومنین کی حکومت تک کا زمانہ ہے جب کہ تیسرا زمانہ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد پچیس سال کے عرصے پر محیط ہے۔

دور طفولیت:

پیغمبر اکرمؐ کی حیات طیبہ کے اس نورانی دور میں امام حسینؑ حضرت ختمی مرتبتؐ کے نور چشم تھے۔ پیغمبر اکرمؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ (س) کہ اس زمانے کے تمام مسلمان جانتے تھے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ" ان اللہ لیغضب لغضب فاطمة و یرضی لرضاھا" اگر کسی نے فاطمہ کو غضبناک کیا تو اس نے غضب خدا کو دعوت دی ہے اور اگر کسی نے فاطمہ کو خوش کیا تو اس نے خدا کو خوشنود کیا" توجہ فرمایئے کہ یہ صاحبزادی کتنی عظیم المرتبت ہے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ مجمع عام میں کثیر تعداد کے سامنے اپنی بیٹی کے بارے میں اس طرح گفتگو فرماتے ہیں: یہ کوئی عام بات نہیں ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنی اس بیٹی کا ہاتھ اسلامی معاشرے کے اس فرد کے ہاتھ میں دیا کہ جو عظمت و

بلندی اور اپنی شجاعت و کارناموں کی وجہ سے بہت بلند درجے پر فائز تھا، یعنی علی ابن ابی طالبؑ، یہ جوان، شجاع، شریف، سب سے زیادہ باایمان، مسلمانوں میں سب سے زیادہ شاندار ماضی کا حامل، سب سے زیادہ شجاع اور تمام نبرد و میدان عمل میں آگے آگے تھا۔ یہ وہ ہستی ہے کہ اسلام جس کی شمشیر کا مرہون منت ہے، یہ جوان ہر اس جگہ آگے آگے نظر آتا ہے کہ جہاں سب (بڑے بڑے سورما اور دلیر) پیچھے رہ جاتے ہیں، اپنے مضبوط ہاتھوں سے گتھیوں کو سلجھاتا ہے اور راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کو تہس نہس کر دیتا ہے؛ یہ وہ عزیز ترین اور محبوب ترین داماد ہے کہ جسے خدا کے آخری رسولؐ نے اپنی بیٹی دی ہے۔ اس کی یہ محبوبیت رشتہ داری اور اقربا پروری اور اسی جیسے دیگر امور کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس شخصیت کی عظمت کی وجہ سے ہے۔ اس عظیم جوان اور اس عظیم المرتبت بیٹی سے ایک ایسا بچہ جنم لیتا ہے کہ جو حسین ابن علیؑ کہلاتا ہے۔

البتہ یہی تمام باتیں اور عظمتیں امام حسنؑ کے بارے میں بھی ہیں لیکن ابھی ہماری بحث صرف سید الشہداء کے بارے میں ہے۔ حسین ابن علیؑ، پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک لوگوں میں سب سے عزیز ترین ہیں ۔حضرت ختمی مرتبتؐ جو دنیائے اسلام کے سربراہ، اسلامی معاشرے کے حاکم اور تمام مسلمانوں کے محبوب رسول اور قائد ہیں، اس بچے کو اپنی آغوش میں لیتے ہیں اور اسے اپنے ساتھ مسجد میں لے جاتے ہیں۔ سب ہی یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ بچہ، تمام مسلمانوں کی محبوب ترین ہستی کے دل کا چین ،آنکھوں کا نور اور اس کا محبوب ہے۔ رسول اکرمؐ، منبر پر خطبہ دینے میں مصروف ہیں، اس بچے کا پیر کسی چیز سے الجھتا ہے اور زمین پر گر جاتا ہے، پیغمبر اکرمؐ منبر سے نیچے تشریف لاتے ہیں، اسے اپنی آغوش میں اٹھا کر پیار اور نوازش کرتے ہیں؛ یہ ہے اس بچے کی اہمیت و حقیقت! پیغمبر اکرمؐ نے چھ سات سال کے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے متعلق فرمایا کہ "**سیدی شباب اهل الجنة**" یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں" (یا رسول اللہ!) یہ تو ابھی بچے ہیں، ابھی تو سن بلوغ کو بھی نہیں پہنچے اور انہوں نے جوانی کی دہلیز میں ابھی تک قدم نہیں رکھا ہے؛ لیکن رسول اکرمؐ فرماتے ہیں کہ یہ جوانان جنت کے سردار ہیں یعنی یہ بچے چھ سات سال میں بھی ایک جوان کی مانند ہیں، یہ سمجھتے ہیں، ادراک رکھتے ہیں، علمی اقدام کرتے ہیں اور شرافت و عظمت ان کے وجود میں موجزن ہے، اگر اسی زمانے میں کوئی یہ کہتا کہ یہ بچہ، اسی پیغمبر کی امت کے ہاتھوں بغیر کسی جرم و خطا کے قتل کر دیا جائے گا تو اس معاشرے کا کوئی بھی شخص اس بات کو ہرگز

تسلیم نہیں کرتا جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے یہ بھی فرمایا اور گریہ کیا تو سب افراد نے تعجب کیا کہ کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے؟!۔

رسول اکرمؐ کی زندگی کے اس ٦ سال میں امام حسینؑ نے جس طرح کی زندگی گزاری ہے اس کا قیاس بعد کی زندگی پر کسی انداز سے بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

☆ رسول اکرمؐ کے دور میں اگر کبھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تو آپ نے فوراً گودی میں اٹھالیا کہ مجھے حسینؑ کے گریہ سے تکلیف ہوتی ہے۔

☆ اگر مسجد میں آ کر گر پڑے تو آپ نے خطبہ قطع کر کے منبر سے اتر کر اٹھالیا اور فرمایا کہ ایہاالناس اسے پہچانو! اس کا احترام کرو اور وقت پڑنے پر اس کی مدد کرنا۔

☆ اگر پشت مبارک پر بیٹھ گئے تو آپ نے سجدے کو طول دے دیا۔

☆ اگر کبھی عید کے دن جی چاہا تو آپ نے پشت پر بٹھا کر ناقہ کا انداز اختیار کرلیا۔

☆ اگر مباہلہ کے میدان میں لے گئے تو اپنی گودی میں اٹھایا تا کہ حسینؑ کو راستہ چلنے کی زحمت نہ ہو۔

☆ اگر آغوش میں ابراہیم جیسا فرزند رہا اور قدرت نے کہہ دیا کہ ایک کو اختیار کرو تو ابراہیم کو قربان کر کے حسینؑ کو بچالیا۔ (واضح رہے کہ ابراہیم بن ماریہ قبطیہ کی ولادت ۸ھ میں ہے اور وفات ۱۰ھ میں۔)

☆ اگر کبھی حبیب بن مظاہر کو خاک قدم حسینؑ کو آنکھوں سے لگاتے دیکھ لیا تو حبیب کو گودی میں اٹھالیا کہ یہ میرے فرزند حسینؑ کا قدردان ہے۔

امام حسینؑ کا دور جوانی:

دوسرا دور پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد سے امیر المومنینؑ کی شہادت تک کا پچیس سالہ دور ہے۔ اس میں یہ شخصیت، جوان، رشد، عالم اور شجاع ہے، جنگوں میں آگے آگے ہے، عالم اسلام کے بڑے بڑے کاموں میں حصہ لیتا ہے اور اسلامی معاشرے کے تمام مسلمان اس کی عظمت و بزرگی سے واقف ہیں۔ جب بھی کسی جواد وسخی کا نام آتا ہے تو سب کی نگاہیں اسی پر متمرکز ہوتی ہیں، مکہ و مدینے کے

مسلمانوں میں ، ہر فضیلت میں اور جہاں جہاں اسلام کا نور پہنچا، یہ ہستی خورشید کی مانند جگمگا رہی ہے ،سب ہی اس کا احترام کرتے ہیں، ان دونوں (امام حسنؑ و امام حسینؑ) کے نام کی عظمت سے لئے جاتے ہیں اپنے زمانے کے بے مثل و بے نظیر جوان اور سب کے نزدیک قابل احترام۔ اگر انہی ایام میں کوئی یہ کہتا کہ یہی جوان (کہ جس کی آج تم اتنی تعظیم کررہے ہو) کل اسی امت کے ہاتھوں قتل کیا جائے گا تو شاید یقین نہ کرتا۔

☆ رسول اکرمؐ کے بعد حالات بالکل تبدیل ہو گئے لیکن وقتاً فوقتاً حکام وقت اور دیگر مسلمانوں نے امام حسینؑ کی عظمت کا اعلان و اظہار اس لئے کیا کہ ابھی امت کے جزبات بالکل مردہ نہیں ہوئے تھے اور اہل بیت پر واضح طور پر ظلم کرنے سے جذبات بھڑک سکتے تھے لہٰذا ایک طرف دروازہ میں آگ لگائی گئی، فدک کا غصب کیا گیا، خلافت پر قبضہ کیا گیا اور دوسری طرف امام حسینؑ مسجد میں حاکم کو برسر منبر دیکھ کر ٹوک دیتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر سے اتر آ اور اپنے باپ کے منبر کو تلاش کر اور قوم میں غیظ وغضب کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو حاکم وقت خود نہایت صفائی کے ساتھ اعلان کر دیتا ہے کہ حسینؑ کا دعویٰ بالکل صحیح ہے یہ ان کے باپ کا منبر ہے اور میرے باپ کا کوئی منبر نہیں ہے۔

اگر کبھی عبداللہ بن عمر کو امام حسینؑ نے غلام زادہ کہہ دیا تو خلیفۂ وقت نے فوراً فرمایا کہ اسے حسینؑ سے لکھوا لینا چاہیے تھا یہ تو ایک نوشتۂ نجات ہے۔ حسینؑ کی غلامی سے بہتر اور وسیلۂ نجات کیا ہو سکتا ہے؟

☆ ابوہریرہ جو اسلامی روایات کے سب سے بڑے ہیرو سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا بھی یہ عالم تھا کہ اپنے کپڑوں سے امام حسینؑ کی جوتیاں صاف کرتے تھے اور جب آپ نے منع کیا کہ ایسا مت کرو تو جواب دیا کہ آپ کچھ نہ کہیے۔ اگر لوگوں کو ان فضائل کا علم ہوتا جو مجھے ہے تو تمام لوگ آپ کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر چلتے۔

☆ امیرالمومنینؑ کے ۲۵ سالہ سکوت کے بعد جب قتل عثمان کے نتیجہ میں لوگوں نے آپ کی بیعت کی تو امام حسینؑ کی زندگی کا ایک اور دور شروع ہوا جہاں بظاہر تو خلافت اور حکومت گھر میں آرہی تھی لیکن واقعتاً فتنوں کا ایک نیا طوفان اٹھنے والا تھا اور آل محمدؐ کو اس کا بھی مقابلہ کرنا تھا۔ چنانچہ ۳۵ھ میں جمل کا معرکہ پیش آیا، جہاں جناب عائشہ نے ان کی مظلومیت عثمان کا پرچم بلند کردیا اور حضرت علیؑ کو قاتل قرار دے کر ان سے بدلہ لینے پر آمادہ ہوگئیں۔ اس میدان میں امام حسینؑ کی عمر تیس سال سے زیادہ تھی اور

آپ نے جہاد میں با قاعدہ حصہ لیا تھا یہ اور بات ہے کہ امانت پیغمبرؐ ہونے کے اعتبار سے امیر المومنینؑ عام طور سے ان فرزندوں کو میدان میں نہیں بھیجتے تھے۔

☆ جمل کی فتح کے بعد ۳۶ھ میں صفین کا معرکہ پیش آیا اور اس کا انجام بھی تحکیم اور بالآخر معاویہ کی حکومت کی شکل میں برآمد ہوا جس کا بے حد اثر امیر المومنینؑ کی طرح امام حسنؑ پر بھی ہوا لیکن آپ نے اسلام کی خاطر اس مکاری کو بھی برداشت کرلیا۔

☆ اس کے بعد نہروان کا معرکہ پیش آیا اور اس میں بھی رب العالمین نے مولائے کائنات کو فتح مبین عنایت فرمائی لیکن اس کے بعد حاکم شام کی ریشہ دوانیاں تیز تر ہوگئیں اور بالآخر ماہ رمضان کی ۱۹ویں تاریخ کا امیر المومنینؑ کو مسجد کوفہ میں ابن ملجم کے ذریعہ زخمی کرادیا گیا اور ۲۱ رمضان کو آپ کی شہادت واقع ہوگئی۔ آپ کے کفن و دفن کے بعد امت نے امام حسنؑ کی بیعت کرلی اور شامی حکومت کی فتنہ پردازیوں کا نیا دور شروع ہوگیا۔

امام حسینؑ کا دور غربت:

سید الشہداء کی حیات کا تیسرا دور، امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد کا دور ہے، یعنی اہل بیت کی غربت و تنہائی کا دور امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ مدینے تشریف لے آئے حضرت علی کی شہادت کے بعد امام حسینؑ بیس سال تک تمام مسلمانوں کی معنوی رہنمائی کرتے رہے اور آپ تمام مسلمانوں میں ایک بزرگ مفتی کی حیثیت سے سب کے لئے قابل احترام تھے آپ عالم اسلام میں داخل ہونے والوں کی توجہ کا مرکز، ان کی تعلیم و تربیت کا محور اور اہل بیت سے اظہار عقیدت و محبت رکھنے والے معنوی امام اس لحاظ سے کہ امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد امامت، امام حسنؑ کو منتقل ہوئی اور آپ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کو منتقل ہوئی۔ آپ محبوب، بزرگ، شریف، نجیب اور عالم و آگاہ شخصیت کے مالک تھے۔

☆ جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں حاکم شام نے اپنے مخصوص حکمت کے تحت بقاء اسلام و مسلمین کے لئے اس پیش کش کو منظور کرلیا اور صلح مکمل ہوگئی جس کے بعد حکومت معاویہ کے ہاتھ میں چلی گئی اور اس نے عہد شکنی کر کے اہل بیتؑ کو اذیت دینے کا ایک نیا سلسلہ شروع کردیا۔ امیر المومنینؑ پر باقاعدہ سب شتم

ہونے لگے۔ دوستان علیؑ کا قتل عام جائز ہو گیا اور ہر طرح کی اذیت و مصیبت کا جواز سہل ہو گیا۔

☆ امام حسینؑ نے بھائی کی صلح کے احترام میں ان تمام مصائب کو برداشت کیا یہاں تک کہ صفر ۵۰ھ میں امام حسنؑ کو زہر دے کر شہید کرا دیا گیا اور اسلام کی امامت و رہبری کی ذمہ داری امام حسینؑ کی طرف منتقل ہو گئی۔ آپ نے انتہائی شدید مظالم اور بدترین عہد شکنی کے باوجود بھائی کی صلح کا احترام باقی رکھا اور جنازہ امام حسنؑ پر تیروں کی بارش بھی ہوئی تو بنی ہاشم کے بہادروں کو تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی اور روضۂ رسولؐ میں تجدید عہد کے بعد بھائی کی لاش جنۃ البقیع میں دفن کر دی، اور معاویہ اپنے کاروبار ظلم وستم میں مصروف رہا۔

آپ نے معاویہ کو خط لکھا، امام حسینؑ اگر کسی بھی حاکم کو تنبیہ کی غرض سے خط تحریر فرماتے تو حاکم وقت کے نزدیک اس کی سزا موت تھی، معاویہ پورے احترام کے ساتھ یہ خط وصول کرتا ہے،، اسے پڑھتا ہے، تحمل کرتا ہے اور کچھ نہیں کہتا، اگر اسی زمانے میں کوئی یہ کہتا کہ آئندہ چند سالوں میں یہ محترم ،شریف اور نجیب و عزیز شخصیت کو کہ جو تمام مسلمانوں کی نگاہوں میں اسلام و قرآن کی جیتی جاگتی تصویر ہے، اسلام وقرآن کے انہی ماننے والوں کے ہاتھوں قتل کر دیا جائے گا اور وہ بھی اس دردناک طریقے سے کہ جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تو کوئی بھی اس بات پر یقین نہیں کرتا لیکن اپنی نوعیت کا عجیب و غریب، حیرت انگیز اور یہی نا قابل یقین واقعہ رونما ہوا اور کن افراد کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوا؟ وہی لوگ جو اس کی خدمت میں دوڑ دوڑ کر آتے تھے سلام کرتے تھے اور اپنے خلوص کا مظاہرہ کرتے تھے ان (متضاد) باتوں کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ ان پچاس سالوں میں معنویت اور اسلام کی حقیقت سے بالکل خالی ہو گیا تھا، یہ معاشرہ صرف نام کا اسلامی تھا لیکن باطن بالکل خالی اور پوچ اور یہی خطرے کی سب سے بڑی بات ہے۔ نمازیں ہو رہی ہیں، نماز باجماعت میں لوگوں کی کثیر تعداد موجود ہے، لوگوں نے اپنے اوپر مسلمانی کا لیبل لگایا ہوا ہے اور کچھ لوگ تو اہل بیت کے طرفدار اور حمایتی بھی بنے ہوئے ہیں! رسول اکرمؐ کے اہل بیت تمام عالم اسلام میں قابل احترام ہیں ۔ پورے عالم اسلامی میں سب ہی اہل بیت کو قبول کرتے ہیں اور کسی کو اس میں کسی بھی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔ اہل بیت کی محبت تمام عالم اسلام کے دلوں میں موجود ہے اور آج بھی یہی صورتحال ہے۔ آج بھی آپ دنیائے اسلام کے کسی بھی حصے میں جائیے، آپ دیکھیں گے جو زیارت گاہ قاہرہ میں

حضرت زینب (س) سے منسوب ہے، ہمیشہ زوّاروں سے پر رہتی ہے لوگ بڑی تعداد میں یہاں آتے ہیں، قبر کی زیارت کرتے ہیں اور توسل کرتے ہیں۔

یہاں تک کہ رجب ۶۰ھ میں معاویہ بھی دنیا سے رخصت ہوگیا اور اس کی جگہ اس کے فرزند نے لے لی۔ جس کا انتظام اس نے اپنی زندگی میں کر دیا تھا اور چلتے چلتے وصیت نامہ کے ذریعہ متوجہ بھی کر دیا تھا کہ امت کے چند افراد بہر حال خطرناک ہیں جن میں عبداللہ بن عمر نے وقت آنے پر اطاعت کا اعلان کر دیا اور عبداللہ بن زبیر نے راہ فرار اختیار کر لی اور اسلامی محاذ پر امام حسینؑ کے علاوہ کوئی نہ رہ گیا جنہوں نے یزید کے مطالبۂ بیعت کا جواب دیا اور ولید جیسے گورنر کے دربار میں اعلان کر دیا کہ میں فرزند رسولؐ ہوں اور یزید شارب الخمر، جواری اور زناکار ہے اور مجھ جیسا انسان اس جیسے خبیث انسان کی بیعت نہیں کرسکتا ہے۔ جس کے بعد مصائب کا ایک اور دور شروع ہوگیا اور ۲۸ رجب ۶۰ھ کو امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑ دیا۔ تیسری شعبان کو مکہ مکرمہ پہنچے اور حرم خدا کو مامن قرار دیا لیکن حج بیت اللہ کے موقع پر یزیدی سپاہیوں نے لباس احرام میں خنجر چھپا کر امام حسینؑ کے قتل کا منصوبہ بنالیا تو آپ نے مکہ مکرمہ کو بھی چھوڑ دیا اور بظاہر عراق کا رخ کر لیا مخلصین نے مشورے دیے ناصحین نے نصیحت کی، ناقدین نے تنقید کی لیکن آپ اُمت کی ہدایت و رہبری و نجات کا حوالہ دے کر اپنے سفر کو جاری رکھے رہے یہاں تک کہ ۲ محرم کو وارد سرزمین کربلا ہوگئے۔ تیسری محرم سے یزیدی فوجوں کی آمد شروع ہوگئی پانچ محرم سے فرات پر ظالموں کا قبضہ ہوگیا۔ ۷ محرم کو خیام حسینؑ میں قحط آب ہوگیا ۹ محرم کو امام حسینؑ نرغۂ اعدا میں گھر گئے۔ روز عاشور یزید کے کم سے کم ۳۰ ہزار سپاہیوں اور امام حسینؑ کے ۷۲ مخلصین کے درمیان قیامت خیز مقابلہ ہوا اور عصر کا ہنگام آتے آتے امام حسینؑ مع اپنے اصحاب اور افراد خاندان کے تین دن بھوکے پیاسے راہ خدا میں قربان ہوگئے اور ان کے خیمے جلا دیے گئے شام غریباں بے کسی اور بے بسی کے ماحول میں گذر گئی اور ۱۱ محرم کو اہل حرم کو قیدی بنا کر کوفہ کی طرف لے جایا گیا اس قافلہ سالاری کا کام امام زین العابدینؑ کے حوالے کیا گیا اور امام محمد باقرؑ انتہائی کمسنی کے باوجود اس قیامت خیز مصیبت میں برابر کے شریک رہے۔ شہادت امام حسینؑ پر زمین و آسمان سب نے گریہ کیا اور آثار قیامت نمودار ہوگئے لیکن ظالموں کے دل و دماغ پر کوئی اثر نہیں ہوا، اور ان کے مظالم کا سلسلہ اہل حرم پر برابر جاری رہا۔ یہاں تک کہ کوفہ و شام کے بازاروں

،درباروں اور قید خانوں میں قید گذار کر لٹا ہوا قافلہ اپنے وطن مدینہ واپس آیا۔

امام حسین علیہ السّلام کی سیرت واخلاق:

امام حسینؑ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علیؑ وفاطمہؑ کے بیٹے اور امام حسنؑ کے بھائی تھے اور انہیں حضرات کو پنجتن پاک کہا جاتا ہے اور امام حسینؑ پنجتن کے آخری فرد ہیں یہ ظاہر ہے کہ آخر تک رہنے والے اور ہر دور سے گذرنے والے کے لئے اکتساب صفات حسنہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، امام حسینؑ ۳ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہو کر سرور کائنات کی پرورش اور آغوش مادر میں رہے اور کسب صفات کرتے رہے ۲۸ صفر ۱۱ ہجری کو جب آنحضرت شہادت پاگئے اور ۳/ جمادی الثانیہ ۱۱ ہجری کو ماں کی برکتوں سے محروم ہوگئے تو حضرت علیؑ نے تعلیمات الہیہ اور صفات حسنہ سے بہرہ ور کیا، ۲۱/ رمضان ۴۰ ہجری کو آپ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ کے سر پر ذمہ داری عائد ہوئی، امام حسنؑ ہر قسم کی استمداد و استعانت خاندانی اور فیضان باری میں برابر کے شریک رہے ۲۸/ صفر ۵۰ ہجری کو جب امام حسنؑ شہید ہوگئے تو امام حسنؑ صفات حسنہ کے واحد مرکز بن گئے، یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفات حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرز حیات میں محمد وعلی وفاطمہ اور حسن علیہم السلام کا کردار نمایاں تھا اور آپ نے جو کچھ کیا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا، کتب مقاتل میں ہے کہ کربلا میں جب امام حسینؑ رخصت آخری کے لئے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینبؑ نے فرمایا تھا کہ اے خامس آل عبا آج تمہاری جدائی کے تصور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ فاطمۃ الزہرا، حسن مجتبیٰ علیہم السلام ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

(۱) امام حسینؑ کا عفوو درگذشت:

عصام بن مصطلق کہتا ہے: میں مدینہ میں داخل ہوا امام حسینؑ کو دیکھا کہ آپ کے چہرہ مبارک پہ عجیب طرح کی نورانیت اور ہیبت تھی۔ میں حسد سے جل گیا اور ان کے باپ کی نسبت جو میرے سینے میں بغض وکینہ تھا ابھر آیا میں نے ان سے کہا: پس ابوترابی آپ ہی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ جب انہوں نے جواب میں ہاں کہا، میں نے جو کچھ میری زبان پر آیا انہیں اور ان کے باپ کو کہا اور گالیاں

دی۔امام حسینؑ نے ایک محبت بھری نگاہ سے میری طرف دیکھا اور فرمایا:

"اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔"

"عفو اور بخشش کو اپنا پیشہ بنالو اور نیکی اور صبر کی تلقین کرو، اور جاہل لوگوں سے منہ موڑ لو اور جب شیطان تمہیں وسوسہ میں ڈالنا چاہے تو خدا کی پناہ لو بتحقیق وہ سننے والا اور جاننے والا ہے صاحبان تقویٰ جب شیطانی وسوسوں اور توہمات میں گرفتار ہوتے ہیں خدا کو یاد کرتے ہیں اور فوراً آپے سے باہر آتے ہیں اور باخبر ہوجاتے ہیں لیکن شیاطین اپنے بھائیوں کو ضلالت اور گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں اور اس کے بعد انہیں گمراہ کرنے میں کوئی دریغ نہیں کرتے" (سورہ اعراف: ۲۰۲۔۱۹۹)

ان آیات کی تلاوت کے بعد مجھے فرمایا: "تھوڑا دھیرے اور حواس میں رہو، میں اپنے لیے اور تمہارے لیے خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اگر تمہیں مدد کی ضرورت ہے تو تمہاری مدد کرتا ہوں اور اگر کسی چیز کی ضرورت ہے تو عطا کرتا ہوں اور اگر راستہ بھول گئے ہو رہنمائی کی ضرورت ہو تو رہنمائی کرتا ہوں" عصام کہتا ہے: میں اپنے کئے پہ پشیمان ہوا اور امام نے جب میرے چہرے پہ شرمندگی کے آثار دیکھے تو فرمایا: "کوئی اشکال اور ملامت آپ پر نہیں ہے خدا آپ کو معاف کردے گا۔ وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔" (سورہ یوسف: ۹۲)

اس کے بعد فرمایا: کیا تم شام کے رہنے والے ہو؟ عرض کیا: جی ہاں۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے فرمایا: "**حیانا اللہ و ایاک**" یعنی خدا ہمیں اور آپ کو زندہ رکھے" اور اس کے بعد فرمایا: "شرم مت کرو جو تمہیں چاہیے مجھ سے مانگو۔ اور اگر ہم سے کچھ طلب کیا ہمیں اپنے گمان سے بھی زیادہ عطا کرنے میں بڑا پاؤ گے۔"

عصام کہتا ہے: زمین مجھ پر تنگ ہوگئی میں سوچ رہا تھا زمین پھٹے اور میں دفن ہوجاؤں اس لئے کہ شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا۔ دھیرے دھیرے امام سے دور ہوتا ہوا دور ہوگیا، لیکن اس کے بعد روئے زمین پر امام حسینؑ اور ان کے باپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی محبوب نہیں تھا۔

(۲) ایک سائل کے ساتھ امام حسینؑ کا برتاؤ:

شیخ ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ اپنی کتاب "تحف العقول" میں نقل کرتے ہیں: انصار کا ایک آدمی

امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اپنی حاجت طلب کرنا چاہتا تھا، امام نے اس سے فرمایا:"اے بھائی! اپنی عزت کا خیال رکھو، اپنی حاجت کو ایک کاغذ پر لکھو اور مجھے دو انشاء اللہ تمہیں راضی کروں گا" اس آدمی نے لکھا: میں فلاں شخص کے پاس پانچ سو دینار کا مقروض ہوں اور وہ اس کے واپس لینے میں اصرار کررہا ہے۔آپ سے تقاضا کررہا ہوں کہ اس سے کہیں کہ مجھے اتنی مہلت دے جب تک میں آمادہ کرلوں۔

جب امام حسینؑ نے اس کے نوشہ کو پڑھا فوراً گھر تشریف لے گئے اور اس تھیلی کو جس میں ہزار دینار تھے لا کے اسے دیا اور فرمایا:" پانچ سو دینار سے اپنا قرض ادا کرو اور پانچ سو کو اپنے پاس محفوظ رکھو تا کہ مشکلات میں تمہاری مدد ہو سکے۔ اور یاد رکھو اپنی حاجت کو ان تین آدمیوں کے علاوہ کسی سے طلب نہ کرنا جن کو میں پہنچوا رہا ہوں۔ "(۱) متدین اور دیندار (۲) سخی اور اہل کرامت (۳) وہ شخص جو شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔

(۳) امام حسینؑ کا تواضع:

روایت ہے کہ دفن کے وقت امام علیہ السلام کے پشت مبارک پر کچھ اثرات رونما تھے۔ امام زین العابدینؑ سے ان کی وجہ معلوم کی گئی۔آپ نے فرمایا:

"هذا مما كان ينقل الجراب على ظهره الى منازل الارامل واليتامى والمساكين

"یہ

اثرات اس بوجھ کے ہیں جو آپ نے اپنی پشت پر اٹھا کر بیواؤں، یتیموں اور بیکسوں کے گھروں میں پہنچاتے تھے۔

(۴) امام حسینؑ کا احسان:

انس کہتے ہیں: میں امام حسینؑ کی خدمت میں تھا ایک کنیز داخل ہوئی اور پھولوں کا دستہ امام کو ہدیہ دیا۔ امام نے فرمایا:"تم راہ خدا میں آزاد ہو" عرض کیا: وہ آپ کے لئے پھولوں کا ایک دستہ لائی کہ جس کی اتنی قیمت نہیں ہے کہ آپ اس کو آزاد کردیں۔ امام نے فرمایا:"خدا نے اسی طرح کا ہمیں ادب

سیکھایا ہے" اور قرآن میں فرمایا:

"وَإِذَا حُيِّيتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا" (نساء۔۸۶)

"جب تمہیں کوئی سلام کرے یا تمہارے ساتھ احسان کرے تم یا تو اس کا ویسا ہی جواب لوٹا دو یا اس سے بہتر جواب دو"۔ اور اس کے احسان سے بہتر اس کو آزاد کرنا ہی ہے۔

(۵) کرم حسینؑ کی ایک مثال:

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں آیۃ **"علم آدم الاسماء کلها"** کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے خدمت امام حسینؑ میں حاضر ہو کر کچھ مانگا اور کہا کہ میں نے آپ کے جد نامدار سے سنا ہے کہ جب کچھ مانگنا ہو تو چار قسم کے لوگوں سے مانگو: (۱) شریف عرب سے (۲) کریم حاکم سے (۳) حامل قرآن سے (۴) حسین شکل والے سے۔

میں آپ میں یہ جملہ صفات پاتا ہوں اس لیے مانگ رہا ہوں آپ شریف عرب ہیں آپ کے نانا عربی ہیں آپ کریم ہیں، کیونکہ آپ کی سیرت ہی کرم ہے قرآن پاک آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے آپ صبیح و حسین ہیں، رسول خداؐ کا ارشاد ہے کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ حسنؑ اور حسینؑ کو دیکھے، لہٰذا عرض ہے کہ مجھے عطیہ سے سرفراز فرمایئے، آپ نے فرمایا کہ جد نامدار نے فرمایا ہے کہ: **"المعروف**

بقدر معرفته

"معرفت

کے مطابق عطیہ دینا چاہیے، تو میرے سوالات کا جواب دے۔ بتا: سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ پر ایمان لانا، ہلاکت سے نجات کا ذریعہ کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ پر بھروسہ کرنا، مرد کی زینت کیا ہے؟ اس نے کہا ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو۔ آپ نے فرمایا درست ہے۔ اس کے بعد مسکرا کر ایک بڑا اشرفیوں کا تھیلا اس کے سامنے ڈال دیا۔

(۶) امام حسینؑ کی سخاوت:

مسند امام رضاؑ میں ہے کہ سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں امام حسینؑ سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے کہ جن کی مثال نہیں، اسامہ ابن زید صحابی

رسول علیل تھے امام حسینؑ انہیں دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں، پوچھا، اے میرے نانا کے صحابی کیا بات ہے" واغماہ" کیوں کہتے ہو، عرض کی مولا، ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اسے میں ادا کردوں گا چنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں قرضے کے بار سے سبکدوش فرمادیا۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی شہر میں آیا اور اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے امام حسینؑ کا نام لیا، اس نے حاضر خدمت ہو کر بذریعہ اشعار سوال کیا، حضرت نے چار ہزار اشرفیاں عنایت فرمادیں، شعیب خزاعی کا کہنا ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد آپ کی پشت پر بار برداری کے گھٹے دیکھے گئے جس کی وضاحت امام زین العابدینؑ نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر اشرفیاں اور غلوں کے گھٹر بیواؤں اور یتیموں کے گھر رات کے وقت پہنچایا کرتے تھے، نقل ہوا ہے کہ اپ کے ایک غیر معصوم فرزند کو عبدالرحمن سلمی نے سورہ حمد کی تعلیم دی، آپ نے ایک ہزار اشرفیاں اور ایک ہزار قیمتی خلعتیں عنایت فرمائیں۔

امام حسین علیہ السلام کے خطبات ومکتوبات

وصیت نامہ امام حسینؑ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ حسینؑ ابن علیؑ کی وصیت ہے محمد حنفیہ کے نام۔ حسینؑ گواہی دیتا ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، حضرت محمد مصطفیؐ اس کے بندے اور رسول ہیں، ان کا پیغام حق اور جنت وجہنم سب برحق ہے۔ قیامت بہرحال آنے والی ہے۔ اس میں کسی شک اور شبہ کی گنجائش نہیں ہے اس وقت اللہ سب کو قبروں سے نکالے گا۔

میں کسی تفریح، غرور، فساد اور ظلم کے ارادہ سے نہیں نکل رہا ہوں۔ میں اپنے جد کی اُمت کی اصلاح چاہتا ہوں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ نیکیوں کا حکم دوں اور برائیوں سے روکوں، اپنے باپ اور نانا کی سیرت پر چلوں، اس کے بعد جو میری بات کو قبول کرلے گا تو اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا ہے، اور جو رد کردے

گا،اس کے رد کر دینے پر صبر کروں گا ، یہاں تک کہ خدا میرے اور اس کے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ یہ میری وصیت ہے اور میری توفیقات اللہ کی طرف سے ہیں، اسی پر بھروسہ ہے اور اسی کی طرف توجہ ہے۔

امام حسینؑ کا خط اہل بصرہ کے نام:

امابعد! اللہ نے حضرت محمدؐ کو منتخب کر کے اپنا نبی اور رسول بنایا اور پھر اپنی بارگاہ میں بلا لیا۔ انہوں نے بندگانِ خدا کو نصیحت کی ، پیغام الٰہی کو پہنچایا۔ ہم ان کے اہلبیتؑ ، اولیاء اور وارث ہیں۔ قوم نے ہمارے اوپر سبقت کی اور ہم نے برداشت کر لیا کیوں کہ ہم افتراق کرنا ناپسند کرتے ہیں اور عافیت چاہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ ہم اس کے سب سے زیادہ حق دار ہیں ، میں اس پیغام کے ذریعہ تم کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیتا ہوں۔ سنت کو مردہ بنا دیا گیا ہے اور بدعت زندہ کی جا رہی ہے۔ اگر تم لوگ میری بات مانو گے تو میں تمہیں حق کی ہدایت کروں گا۔

اہل کوفہ کے خط کا جواب:

تم نے میرے آنے کے بارے میں جس اشتیاق کا اظہار کیا ہے اس کا حال مجھے معلوم ہوا، میں اس وقت اپنے چچازاد بھائی اور میرے گھر والوں میں سے ایک معتبر فرد مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں تا کہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔ اگر صورتحال وہی ہے جس کا تم لوگوں نے اظہار کیا تو میں جلد تمہاری طرف آ رہا ہوں۔

مکہ سے روانگی کے وقت امام حسینؑ نے فرمایا:

خدا کا شکر ہے، ساری قوت اسی کے سہارے ہے۔ صلوات وسلام حضرت مرسلؐ پر۔ موت ابن آدم کے لئے اتنی ہی باعث زینت ہے جتنا کسی جوان خاتون کیلئے اس کے گلے کا ہار ہے۔ میں اپنے بزرگوں سے ملنے کا اس طرح مشتاق ہوں جیسے یعقوبؑ یوسفؑ سے ملنے کے مشتاق تھے۔ میں اپنے آخری مرکز تک بہر حال جاؤں گا۔ بلکہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ بنی امیہ کے درندہ صفت انسان مجھے کربلا کے میدان میں ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں اور اپنے ظلم وستم کے پیٹ بھر رہے ہیں۔ مرضئ خدا ہم اہلبیتؑ کی مرضی ہے، ہم اس کے امتحان پر صابر ہیں، وہی بہترین اجر دینے والا ہے جس سے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور وعدۂ الٰہی پورا ہو۔ جو میرے ساتھ چلنا چاہتا ہو اُسے معلوم رہے کہ میں صبح

جارہا ہوں۔لقائے الٰہی کیلئے جس کا نفس آمادہ ہے تو وہ میرے ساتھ چلے ورنہ نہیں۔

امام حسینؑ نے عمر ابن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا:

ابن سعد! کیا تو مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے؟ کیا تیرے دل میں خدا کا خوف نہیں ہے؟ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میں کس کا فرزند ہوں۔اب بھی انہیں چھوڑ کر میرے ساتھ آجاؤ تو اس میں قربت الٰہی ہے۔اگر مکان کے گرادیئے جانے کا خوف ہے تو میں حجاز میں بہترین مکان دے دونگا۔خدا جانے تجھے کیا ہوگیا ہے۔اللہ تجھے تیرے بستر پر ذبح کرے اور روزِ قیامت معاف نہ کرے۔خدا کی قسم تو عراق کے دانۂ گندم سے بہرہ یاب نہ ہو سکے گا۔

شبِ عاشورا اپنے اصحاب فرمایا:

میں خدا کی حمد وثنا اور ہر سختی و آرام پر اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔پروردگار تیرا شکر ہے کہ تو نے ہمیں نبوت کے ذریعہ محرم بنایا، قرآن کا علم دیا، دین کا فہم دیا، ہمارے لیے چشم و گوش و دل قرار دیئے اور ہمیں مشرکین میں سے نہیں بنایا۔

امام بعد! میں اپنے اصحاب سے زیادہ با وفا اصحاب اور اپنے اہلبیتؑ سے زیادہ نیک کردار اہلبیتؑ نہیں جانتا ہوں۔میرے جد نے خبر دی ہے کہ میں عراق میں زمین کربلا پر اُتارا جاؤں گا اور وہیں میری شہادت ہوگی اور اب اس کا وقت آچکا ہے۔کل میری شہادت ہوگی۔میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ کہ رات کا پردہ حائل ہے، ہر شخص میرے گھر والوں میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لے اور جہاں چاہے چلا جائے۔قوم میرے خون کی طالب ہے، مجھے پا کر تمہاری جستجو نہ کرے گی۔

روز عاشور سپاہ یزید کو مخاطب کر کے فرمایا:

خطبۂ اول:

ایھا الناس! میری بات سنو اور جلد بازی نہ کرو کہ میں اپنے حق کو ادا کرلوں اور اپنا عذر بیاں کرلوں۔اس کے بعد تم قبول کرلو اور تصدیق کردو اور میرے ساتھ انصاف کرو تو تمہاری نیک بختی ہے ورنہ پھر فیصلہ خداوندی کیلئے تیار ہو جاؤ کہ وہی میرا مالک اور سرپرست ہے۔ساری تعریف اس خدا کیلئے

ہے جس نے دنیا کو پیدا کر کے اسے محل فنا و زوال بنایا ہے، جہاں ہر آن تبدیل و تغیر ہوتا رہتا ہے۔ فریب خوردہ وہ ہے جسے دنیا دھوکہ دے دے، اور شقی اور بد بخت وہ ہے جو اس فتنہ کا شکار ہو جائے۔ خبر دار! تمہیں یہ دنیا دھوکہ نہ دے دے۔ یہ ہر امیدوار کی امید منقطع کر دیتی ہے اور ہر لالچی کو مایوس کر دیتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم نے اس امر پر اجتماع کیا ہے جس میں غضب پروردگار اور اس کی ناراضگی ہے۔ یہ امر باعث عذاب اور سبب دوریٔ رحمت ہے۔ وہ بہترین رب ہے اور تم بدترین بندے۔ تم نے اطاعت کا اقرار کیا، نبیؐ پر ایمان لائے اور پھر ان کی ذریت پر ہجوم کر کے انہیں قتل کرنا چاہتے ہو۔ شیطان تم پر غالب آ گیا ہے اور تمہیں یاد خدا سے غافل بنا دیا ہے۔ خدا تمہارا بُرا کرے کیا بُرا ارادہ تمہارا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہی وہ قوم ہے جو ایمان کے بعد کافر ہو گئی ہے اور ظالمین کیلئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

ایھا الناس! ذرا مجھے پہچانو میں کون ہوں ۔ پھر فیصلہ کرو کہ کیا میرا قتل تمہارے لیے جائز ہے۔ کیا میں تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا میں ان کے وصی اور ابن عم اول المومنین والمصدقین کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا حضرت حمزہؓ سید الشہداء میرے باپ کے چچا نہیں ہیں؟ کیا حضرت جعفر طیارؓ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا پیغمبرؐ کے اس ارشاد کی خبر نہیں ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟۔

اگر میری باتیں صحیح ہیں اور تم تصدیق کرتے ہو جیسا کہ یہ صحیح ہے کہ میرا قول حق ہے، اس لیے کہ میں نے کبھی کلمۂ باطل سے زبان کو آشنا نہیں کیا کہ اس میں خدا کی ناراضگی اور بندہ کا نقصان ہوتا ہے۔ تو یہ سب کیا ہے؟ اور اگر میری تکذیب کرتے ہو، تو ابھی جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد ساعدی، زید بن ارقم، انس بن مالک جیسے اصحاب زندہ ہیں، ان سے دریافت کرلو، یہ بتائیں گے کہ یہ ارشاد رسولؐ ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ ساری باتیں تمہیں میرے قتل سے باز نہیں رکھ سکتیں؟

اگر تمہیں میری باتوں میں شک ہو تو کیا اس بات میں شک ہے کہ میں نبیؐ کا نواسہ ہوں؟ تو بتاؤ مشرق و مغرب کے درمیان میرے علاوہ کون رسولؐ کا نواسہ ہے؟ کیا مجھ سے کسی قتل کا بدلہ لے رہے ہو یا میں نے تمہارا کوئی مال تباہ کر دیا ہے یا کسی زخم کا قصاص لے رہے ہو۔۔۔؟

خطبۂ دوم:

اے جماعت ضلالت! تمہارے لیے ہلاکت و بربادی ہے کہ تم نے ہم سے فریاد کی اور ہم تمہاری فریاد کو پہنچے تو تم نے وہ تلوار ہمارے خلاف کھینچ لی جو ہمارے دشمنوں پر کھینچنا چاہیے تھی اور وہ آگ ہمارے خلاف بھڑکا دی جو تمہیں تمہارے دشمنوں کے خلاف بھڑکانا چاہیے تھی۔ تم نے دشمنوں کا ساتھ دیا اور حق و انصاف کا خیال نہیں کیا، تمہیں ان سے کیا ملنے والا ہے؟ تم سربراہوں کے غلام، کتاب کے نظر انداز کرنے والے، کلمات میں تحریف کرنے والے اور گناہگار جماعت کے ارکان ہو۔ شیطان تمہارے اوپر غالب ہے، تم نے سیرتوں کو فراموش کر دیا ہے، دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہو، اور ہم سے الگ ہو رہے ہو، یہ تمہارا پرانا طریقہ ہے اسی پر تمہاری بنیادیں قائم ہیں، تم بدترین ثمر ہو۔

اس ناہنجار کے بیٹے ناہنجار (ابن زیاد)۔ اس نے مجھے دوراہے پر کھڑا کر دیا ہے کہ یا تلوار نکال لوں یا ذلت برداشت کر لوں۔ ظاہر ہے کہ میں ذلت گوارہ نہیں کر سکتا۔ یہ میرے خدا اور رسولؐ کی مرضی کے خلاف اور میری پرورش کی پاکیزہ آغوش اور میرے بزرگوں کے طیب و طاہر نفوس کے تقاضوں کے خلاف ہے۔ میں کمینوں کی اطاعت کو شریفوں کی طرح شہادت پر مقدم کروں یہ ناممکن ہے، میں اپنے مختصر ساتھیوں کو لے کر راہِ خدا میں آگے بڑھ رہا ہوں۔

امام حسین علیہ السلام کی آخری دعا:

اے خدا! اے بلند مکان، عظیم الجبروت، شدید القویٰ، مخلوقات سے بے نیاز، کبریائی کے مالک، ہر شئے پر قادر، رحمتوں کے اعتبار سے قریب، وعدوں کے صادق، نعمتوں کے کامل کرنے والے، بہترین امتحان لینے والے، تجھے بلایا جاتا ہے تو تو قریب ہے، مخلوقات پر محیط ہے، توبہ کا قبول کرنے والا ہے، ارادوں پر قادر ہے، جو چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے، شکر گذاروں کا شکریہ قبول کرتا ہے، یاد کرنے والوں کو یاد رکھتا ہے۔ میں احتیاج کے ساتھ تجھے پکار رہا ہوں اور فقر و فاقہ کے ساتھ تیری بارگاہ کی طرف آ رہا ہوں، میں رنجیدہ و پریشان حال ہوں اور تجھ سے مدد مانگ رہا ہوں۔ تجھے کافی سمجھ کر تجھ پر بھروسہ کرتا ہوں۔

پروردگار! میرے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما۔ انہوں نے مجھے دھوکہ دیا، نظر انداز کر دیا،

قتل کیا، ہم تیرے رسولؐ کی عترت و ذریت ہیں جنہیں تو نے رسالت کیلئے اور وحی کیلئے امین بنایا ہے۔ ہمیں کشائش احوال عطا فرما، تو ارحم الراحمین ہے۔ میں تیرے فیصلہ پر صابر ہوں۔ تیرے علاوہ کوئی خدا اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہی سب کا فریادرس ہے۔ میں تیرے حکم پر صبر کررہا ہوں۔ اے بے سہاروں کے سہارے، ہمیشہ رہنے والے۔ میرے اور ان کے درمیان بہترین فیصلہ فرما کہ تجھ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

امام حسینؑ مدینہ سے کربلا تک

بیعت سے انکار اور مدینہ سے روانگی:

حضرت علیؑ کے بعد حکم خدا اور پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کے مطابق امام حسنؑ نے امامت کا عہدہ سنبھالا۔ امام حسینؑ اپنے بڑے بھائی کی عزت کرتے اور ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ امام حسینؑ، امام حسنؑ کی طرح معاویہ کو اس کے برے کاموں کی وجہ سے سرزنش کرتے رہتے تھے اور اس کو اور اس کے درباریوں کو کہا کرتے تھے کہ وہ ظلم وستم سے باز آجائیں۔

سنہ ۶۰ ہجری میں امیر شام مر گیا، لیکن اس نے مرنے سے پہلے اپنے ظالم اور بدکار بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنا دیا اور سب لوگوں سے کہا کہ یزید کا کہنا مانیں۔ یزید کی بچپن ہی سے اسلامی تربیت نہیں ہوئی تھی۔ وہ کافروں اور غیروں کی تہذیب اور اس کے آداب و رسوم پر عمل کرتا تھا اور لوگوں کے سامنے شراب نوشی، جوا اور کتے سے کھیلنے جیسے برے کام کیا کرتا تھا۔

امام حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ اس لئے معاویہ کے مرنے کے بعد جب یزید نے دیکھا کہ امام حسینؑ اس کو مسلمانوں کی رہبری کے لائق نہیں سمجھتے ہیں تو اس نے مدینہ کے گورنر کو حکم دیا کہ امامؑ کو بیعت کرنے پر مجبور کردے۔ لیکن امامؑ نے بیعت سے انکار کردیا اور اپنے گھر والوں کے ساتھ مکہ کی جانب ہجرت کر گئے۔

مکہ سے کوفہ کی جانب سفر:

مکہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمام مخلوقات کو امن حاصل ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہاں

کسی پر کوئی ظلم کرے؛ اس کے باوجود امام حسینؑ کو معلوم ہوا کہ یزید نے کچھ لوگوں کو اس لئے بھیجا ہے کہ وہ امام حسینؑ کو خانۂ کعبہ کے قریب شہید کردیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے مکہ سے ہجرت کر کے کوفہ کی راہ لی تاکہ خانۂ کعبہ کے قریب اور مکۂ مکرمہ میں آپؑ کا خون نہ بہایا جائے۔ آپؑ نے کوفہ جانے کا فیصلہ اس لئے کیا تھا کہ وہاں کے لوگوں نے ہزاروں خط لکھ کر آپؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی تاکہ یزید کے خلاف آپؑ جوجدوجہد کر رہے ہیں، اس میں آپؑ کی مدد کریں۔

الغرض امام حسینؑ اپنے جملہ اعزاء و اقرباء اور انصار جان نثار کو ہمراہ لے کر مکہ سے روانہ ہو گئے آپ جس وقت منزل صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے آرہا تھا استفسار پر اس نے بتایا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں آپ نے اپنی روانگی کے وجوہ بیان فرمائے اور آپ وہاں سے آگے بڑھے پھر منزل حاجز کے ایک چشمہ پر اترے وہاں عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کوفیوں کی بے پروائی کا ذکر کیا، اس کے بعد آپ منزل بطن الرمہ پہنچے اور وہاں سے منزل ذات العرق میں ڈیرہ ڈالا، وہاں شخص بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی کوفیوں کی غداری کا تذکرہ کیا۔

پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے ایک مقام پر ایک خیمہ نصب دیکھا پوچھا اس جگہ کون ٹھہرا ہے معلوم ہوا کہ زہیر ابن قین، آپ نے انہیں بلوا بھیجا، جب وہ آئے تو آپ نے اپنی حمایت کا ذکر کیا انہوں نے قبول کر کے اپنی بیوی کو بروایت اپنے بھائی کے گھر روانہ کر دیا اور خود امام حسینؑ کے ساتھ ہو گئے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل "زبالہ" میں پہنچے وہاں آپ کو حضرت مسلم و ہانی اور محمد بن کثیر اور عبداللہ بن قطیر جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور خیمہ میں داخل ہو کر حضرت مسلم کی بچیوں کو کمال محبت کے ساتھ پیار کیا اور بے انتہا روئے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے، میں تم لوگوں کی گردنوں سے بیعت اٹھا لیتا ہوں تمہارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ، دنیادار تو واپس ہو گئے، لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل قصر بنی مقاتل پر اترے وہاں عبداللہ ابن حر جعفی سے ملاقات ہوئی آپ کے اصرار کے باوجود وہ آپ کے ہم رکاب نہ ہوا پھر منزل ثعلبیہ پر پہنچے، وہاں پر آپ کچھ دیر سو گئے، جاگے تو کلمہ استرجاع انا للہ و انا الیہ راجعون زبان پر جاری کیا، علی اکبرؑ کے سوال کرنے پر

فرمایا ہاتف غیبی سے آواز آرہی ہے کہ یہ قافلہ جا رہا ہے اور موت اس کا پیچھا کر رہی ہے۔علی اکبرؑ نے پوچھا بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ فرمایا کیوں نہیں۔علی اکبرؑ نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں تو کیا خوف کہ موت ہم پر آپڑے یا ہم موت پڑ جا پڑیں۔ہمیں موت سے ڈر نہیں۔اس کے بعد آپ نے منزل قطقطانیہ پر خطبہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر قبیلہ بنی سکون میں ٹھہرے آپ کی یہاں سکونت کی اطلاع ابن زیاد کو دی گئی اس نے ایک ہزار یا دو ہزار کے لشکر سمیت حر بن یزید ریاحی کا امام حسینؑ کی گرفتاری کے لئے روانہ کر دیا امام حسینؑ اپنی قیام گاہ سے نکل کر کوفہ کی طرف بدستور روانہ ہو گئے۔

حر بن یزید ریاحی کا راستہ روکنا:

صبح کا وقت گزرا دو پہر آئی لشکر حسین بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحابی حسینؑ نے تکبیر کہی لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے کوفہ کی سمت کھجور اور کیلے کے درخت جیسے نظر آرہے ہیں یہ سن کر لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس جنگل میں درخت کہاں، اس طرف غور سے دیکھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں امام نے فرمایا کہ دشمن آرہے ہیں لہٰذا منزل ذوخشب یا ذوحسم کی طرف مڑ چلو، لشکر حسینؑ نے رخ بدلا اور لشکر حر نے تیز رفتاری اختیار کی بالآخر سامنے آپہنچا اور لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا یہ دیکھ کر حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے" ماتریدُ" کیا چاہتا ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ لشکر حر پیاس سے بے چین تھا اس لیے ساقی کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ حر کے سواروں اور سواری کے جانوروں کو اچھی طرح سیراب کردو، چنانچہ اچھی طرح سیرابی کر دی گئی اس کے بعد نماز ظہر کی اذان ہوئی حر نے امام حسینؑ کی قیادت میں نماز ادا کی اور یہ بتایا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کے لئے بھیجا گیا ہے اور ہمارے لئے یہ حکم ہے کہ ہم آپ کو ابن زیاد کے دربار میں حاضر کریں، امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے جیتے جی یہ ناممکن ہے کہ میں گرفتار ہو کر خاموشی کے ساتھ کوفہ میں قتل کر دیا جاؤں۔

آپ راستے پر آپ چل پڑے، ناگاہ امام حسینؑ کے گھوڑے نے قدم روکے، آپ نے لوگوں سے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں کہا گیا کربلا آپ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پر ڈیرے ڈال دو اور یہی خیمے لگا دو کیونکہ قضائے الٰہی یہی ہمارے گلے ملے گی۔

امام حسینؑ کا خط اہل کوفہ کے نام:

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کے لئے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعہ سے ایک ارسال فرمایا ،جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آ گیا ہوں (الخ) ۔قیس خط لئے جا رہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لئے گئے اور انہیں ابن زیاد کے سامنے کوفہ لے جا کر پیش کر دیا گیا، ابن زیاد نے انہیں شہید کروا دیا۔

عبیداللہ ابن زیاد کا خط امام حسینؑ کے نام:

امام حسینؑ کے کربلا پہنچنے کے بعد حر نے ابن زیاد کو آپ کی رسیدگی کربلا کی خبر دی اس نے امام حسینؑ کو فوراً ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس کے لئے بیعت لے لوں، یا آپ کو قتل کر دوں، امام حسینؑ نے اس خط کا جواب نہ دیا" القاہ من یدہ" اور اسے زمین پر پھینک دیا۔

حضرت امام حسینؑ میدان جنگ میں:

جب آپ کے تمام اصحاب وانصار اور بنی ہاشم اپنی قربانی پیش کر چکے تو آپ خود اپنی قربانی پیش کرنے کے لئے میدان کارزار میں آ پہنچے۔میدان میں پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے دشمنوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا آپ نے فرمایا:

"اے ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ، میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو، تم جانتے ہو میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں، میرے بابا علیؑ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں، میری ماں فاطمۃ الزہراؑ تمہارے نبیؐ کی بیٹی ہیں اور تم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول اللہ نے مجھے اور میرے بھائی حسنؑ کو سردار جنت کہا ہے، افسوس تم اپنے نبی کی ذریت اور اپنے رسول کی آل کا خون بہاتے ہو اور میرے خون ناحق پر آمادہ ہوتے ہو ،حالانکہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے نہ کسی کا مال چھینا ہے کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو۔"

اس کے بعد آپ نے اتمام حجت کے لئے عمر سعد کو بلایا اور اس سے فرمایا تم میرے قتل سے باز آؤ اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر میرے مقابلہ کے لئے ایک ایک شخص کو بھیجو۔اس نے جواب دیا آپ کی درخواست منظور کی جاتی ہے اور آپ سے لڑنے کے لئے ایک ایک شخص مقابلہ میں آئے گا۔

امام حسینؑ کی نبرد آزمائی:

معاہدہ کے مطابق آپ سے لڑنے کے لئے شام سے ایک ایک شخص آنے لگا ، یہ سلسلہ جنگ تھوڑی دیر جاری رہا اور مدت قلیل میں کشتوں کے پشتے الگ گئے اور مقتولین کی تعداد شمار سے باہر ہوگئی یہ دیکھ کر عمر سعد نے لشکر والوں کو پکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر یکبارگی حملہ کردو، یہ علی کا شیر ہے اس سے انفرادی مقابلہ میں کامیابی قطعاً ناممکن ہے، عمر سعد کی اس آواز نے لشکر کے حوصلے بلند کر دئے اور سب نے مل کر یکبارگی حملہ کا فیصلہ کرلیا آپ نے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا اور میدان خالی ہوگیا ، پیادے اور کمانڈروں نے ہم آہنگ وعمل ہو کر مسلسل اور متواتر حملے شروع کر دیے اس موقع پر آپ نے شجاعت کا جوہر دکھلایا اس کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ سر برسنے لگے دھڑ گرنے لگے، اور آسمان تھر تھرایا زمین کانپی، صفیں الٹیں، پرے درہم برہم ہو گئے۔ کبھی میسرہ کو الٹتے ہیں، کبھی میمنہ کو توڑتے ہیں ،کبھی قلب لشکر میں آتے ہیں کبھی جناح لشکر پر حملہ فرماتے ہیں شامی کٹ رہے ہیں کوئی گر رہے ہیں لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں حملے کرتے ہوئے فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیں بھائی کی لاش ترائی میں پڑی نظر آتی ہے آپ پکار کر کہتے ہیں اے عباس تم نے یہ حملے نہ دیکھے، یہ صف آرائی نہ دیکھی افسوس کہ تم نے میری تنہائی نہ دیکھی علامہ اسفرائنی کا کہنا ہے کہ امام حسینؑ دشمنوں پر حملہ کرتے تھے، تو لشکر اس طرح سے بھاگتا تھا جس طرح ٹڈیاں منتشر ہوجاتی ہیں۔ نورالعین میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام حسینؑ بہادر شیر کی طرح حملہ فرماتے اور صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے اور دشمنوں کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتے تھے جس طرح تیز دھار آلہ سے کھیتی کٹتی ہے۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آپ عظیم الشان حملہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا جو آپ کے سامنے آتا تھا، شربت مرگ سے سیراب ہوتا تھا اور آپ جس جانب حملہ کرتے تھے گروہ کے گروہ کو خاک میں ملا دیتے تھے۔

مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ جب امام حسینؑ کو یوم عاشورا داہنے اور بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا گیا تو آپ نے دائیں جانب حملہ کر کے سب کو بھگا دیا پھر پلٹ کر بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے سب کو مار کر ہٹا دیا خدا کی قسم حسینؑ سے بڑھ کر کسی شخص کو ایسا قوی دل ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا جو شکستہ دل ہو، صدمہ اٹھائے ہوئے۔ بیٹوں، عزیزوں اور دوست، احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو

اور پھر حسینؑ کی سی ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کر سکے، بخدا دشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسین کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے شیر کے حملے سے بھاگتے ہیں حسینؑ جنگ کر رہے تھے" اذا خرجت زینبؑ" کہ جناب زینب خیمہ سے نکل آئیں اور فرمایا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے ابا عبداللہ قتل کیئے جا رہے ہیں، یہ سن کر عمر سعد رو پڑا ،آنسو داڑھی پر بہنے لگے،، اور اس نے منہ پھیر لیا، حسینؑ نے گھوڑے سے گر کر بھی اسی طرح جنگ فرمائی جس طرح جنگ جو بہادر سوار جنگ کرتے ہیں تیروں کا مقابلہ کرتے تھے حملوں کو روکتے تھے اور سواروں کے پیروں پر حملہ کرتے تھے اور کہتے تھے، اے ظالمو! میرے قتل پر تم نے ایکا کر لیا ہے قسم خدا کی تم میرے قتل سے ایسا گناہ کر رہے ہو جس کے بعد کسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگار نہ ہو گے تم اپنے خیال میں مجھے ذلیل کر رہے ہو اور خدا مجھے عزت دے رہا ہے اور سنو وہ دن دور نہیں کہ میرا خدا تم سے اچانک میرا بدلہ لے گا، تمہیں تباہ کر دے گا تمہارا خون بہائے گا تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔

امام حسینؑ عرش زین سے فرش زمین پر:

آپ پر مسلسل وار ہوتے رہے تھے کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا، خون پوچھنے کے لئے آپ اپنا دامن اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ سینہ اقدس پر ایک تیر سہ شعبہ پیوست ہو گیا، جو زہر میں بجھا ہوا تھا اس کے بعد صالح ابن وہب لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا جس کی تاب نہ لا کر زمین گرم پر داہنے رخسار کے بل گرے، زمین پر گرنے کے بعد آپ پھر کھڑے ہوئے ورعہ ابن شریک لعین نے آپ کے داہنے شانے پر تلوار لگائی اور دوسرے ملعون نے بائیں طرف وار کیا آپ پھر زمین پر گر پڑے، اتنے میں سنان بن انس نے حضرت کے "ترقوہ" ہنسلی پر نیزہ مارا اور اس کو کھینچ کر دوسری دفعہ سینہ اقدس پر لگایا، پھر اسی نے ایک تیر حضرت کے گلوئے مبارک پر مارا۔

ان پیہم ضربات سے حضرت کمال بے چینی میں اٹھ بیٹھے اور آپ نے تیر کو اپنے ہاتھوں سے کھینچا اور خون ریش مبارک پر ملا، اس کے بعد مالک بن نسر کندی لعین نے سر پر تلوار لگائی اور درعہ ابن شریک نے شانہ پر تلوار کا وار کیا، حصین بن نمیر نے دہن اقدس پر تیر مارا، ابو یوب غنوی نے حلق پر حملہ کیا صالح ابن وہب نے سینہ مبارک پر نیزہ مارا، یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے ان کا سر کاٹ لو، سر

کاٹنے کے لئے شیث ابن ربیع بڑھا، امام حسینؑ نے اس کے چہرہ پر نظر کی اس نے حسینؑ کی آنکھوں میں رسول اللہؐ کی تصویر دیکھی اور کانپ اٹھا، پھر سنان ابن انس آگے بڑھا اس کے جسم میں رعشہ پڑ گیا وہ بھی سر مبارک نہ کاٹ سکا یہ دیکھ کر شمر ملعون نے کہا یہ کام صرف مجھ سے ہوسکتا ہے اور وہ خنجر لئے ہوئے امام حسینؑ کے قریب آ کر سینہ مبارک پر سوار ہوگیا آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر ہوں ،فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا، اس نے کہا اچھی طرح جانتا ہوں تم علیؑ وفاطمہؑ کے بیٹے اور محمدؐ کے نواسے ہو ،آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں ذبح کرتا ہے اس نے جواب دیا اس لئے کہ مجھے یزید کی طرف سے مال و دولت ملے گا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے ادا کئے۔

اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے۔ اور شمر نے آپ کے گلو مبارک کو خنجر کے متعدد ضربوں سے قطع کر کے سر اقدس کو نیزہ پر بلند کر دیا حضرت زینب خیمہ سے نکل پڑیں، زمین کانپنے لگی ،عالم میں تاریکی چھا گئی لوگوں کے بدن میں کپکپی پڑ گئی، آسمان خون کے آنسو رونے لگا جو شفق کی صورت سے رہتی دنیا تک قائم رہے گا۔

اس کے بعد عمر سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھوں سر مبارک کربلا سے کوفہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ امام حسینؑ کی سر بریدگی کے بعد آپ کا لباس لوٹا گیا، اخنس بن مرتد عمامہ لے گیا اسحاق ابن حشوہ قمیص، پیراہن لے گیا، ابحر بن کعب پائجامہ لے گیا اسور بن خالد نعلین لے گیا عبداللہ بن اسید کلاہ لے گیا ،بجدل بن سلیم انگشتری لے گیا قیس بن اشعث پٹکا لے گیا عمر بن سعد زرہ لے گیا جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا، ایک کمر بند کے لئے جمال ملعون نے ہاتھ قطع کر دیا ایک انگوٹھی کے لئے بجدل نے انگلی کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کے لئے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا دس افراد اس اہم عظیم جرم کے لئے تیار ہو گئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اطنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح، رجا بن منقذ، سالم بن خثمیہ، صالح بن وہب، واعظ بن تاغم، ہانی ثبت ،اسید بن مالک ،تواریخ میں ہے کہ" **فداسوا الحسین بحوافر خیولھم حتی رضوا ظھرہ** "امام

حسینؑ کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کا سینہ اور آپ کی پشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے فوراً بعد وہ مٹی جو رسول خداؐ مدینہ میں ام

سلمہ کو دے گئے تھے خون ہوگئی اور رسول خداؐ، ام سلمہ کے خواب میں مدینے پہنچے انکی حالت یہ تھی وہ بال بکھرائے ہوئے خاک سر پر ڈالے ہوئے تھے ام سلمہ نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟

فرمایا:" **شهدت قتل الحسين** علیہ السلام **انفاً**" میں ابھی ابھی حسینؑ کے قتل گاہ میں تھا اور اپنی آنکھوں سے اسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔